| Barelvi Mazhab Aik Ganda Gustaakh Mazhab hai |

سُنی دیوبندی علماء بریلوی اکابر کی نظر میں

بریلوی حضرات مولوی احمد رضا خان کی پیروی میں آج اہل دیوبند اور دیوبندی اکابرین کو کافر کہتے نہیں تھکتے بلکہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر مگر بریلوی حضرات ذرا ٹھنڈے دماغ سے سوچ کر جواب دیں کہ ان کے اس فتوے کی زد میں کہیں ان کے اپنے اکابرین تو نہیں آرہے ہیں

تذکرہ
اکابرِ
اہلسنّت
علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری
نوری کتب خانہ۔ لاہور
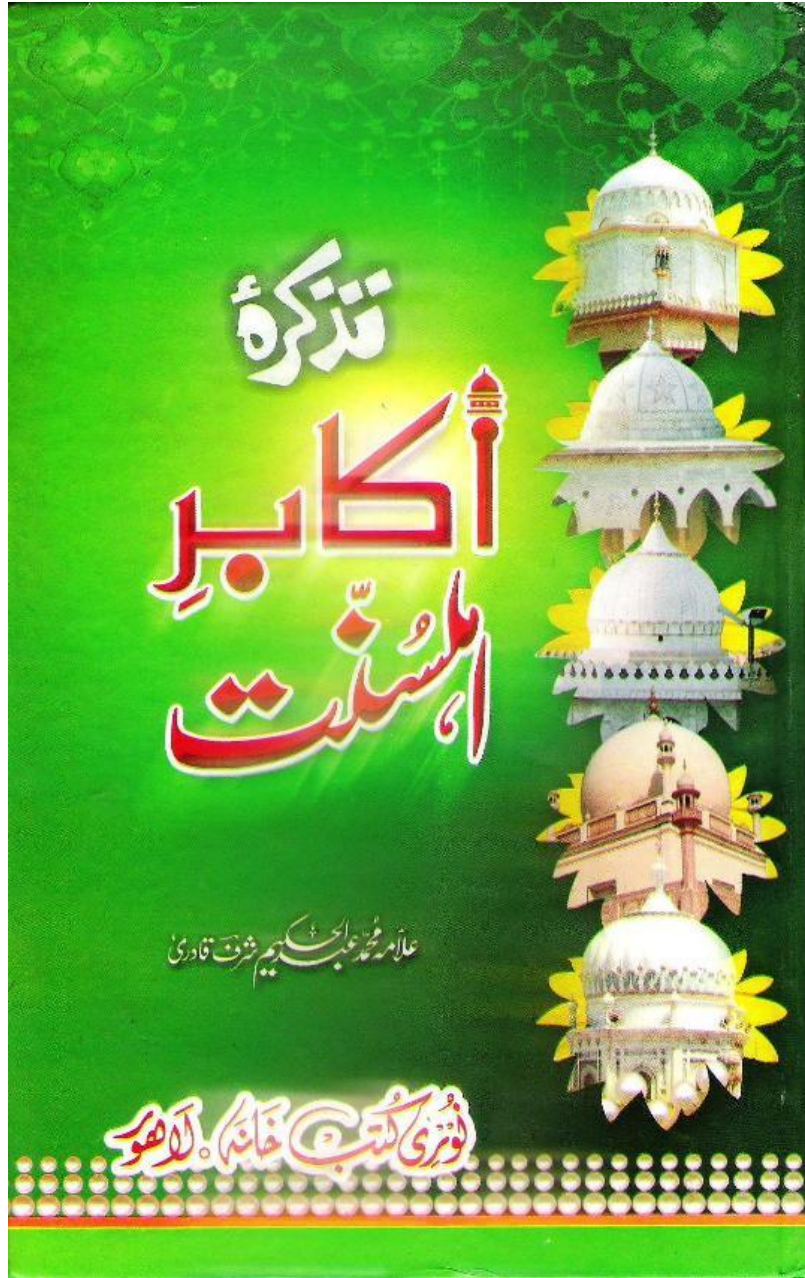
فاضلِ جلیل مولانا فقیر محمد جہلمی رحمہ اللہ تعالیٰ (مؤلف حدائق الحنفیہ)

حضرت مولانا فقیر محمد جہلمی ابن حافظ محمد سفارش ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں جمعرات کی رات کو موضع چتن (جہلم کی غربی جانب دو میل کے فاصلے پر واقع ہے) میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک پڑھنے کے بعد میاں قطب الدین (موضع ٹالیانوالہ) سے تعلیم حاصل کرتے رہے پھر مولانا نور محمد (موضع کھائی کوٹلی ضلع جہلم) تلمیذ مولانا رحمت اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جا کر کئی سال تک استفادہ کرتے رہے اور صرف، نحو، فقہ اور دیگر علوم کی کتابیں پڑھیں، بعد ازاں راولپنڈی جا کر مولانا عبد الکریم اور مولانا محمد حسن فیروزوالہ سے تعلیم حاصل کی۔ ۱۲۷۶ھ میں دہلی گئے پہلے مولوی نذیر حسین دہلوی کے پاس پنجابی کٹرہ میں پہنچے، انہوں نے عذر کیا کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے اس سے مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں آزردہ، صدر الصدور دہلی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ڈیڑھ سال کے عرصہ میں کتب متداولہ پڑھیں۔ ۱۲۷۷ھ میں وطن واپس چلے آئے اور کچھ عرصہ بعد مولانا کرم الٰہی (م ۱۲۸۲ھ) کی خدمت میں لاہور پہنچے اور استفادہ کیا انہی دنوں فن خطاطی سیکھنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ باقاعدہ یہ فن حاصل کر کے مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کا کام کرنے لگے۔

۱۲۸۴ھ میں مناظر اسلام مولانا حافظ ولی اللہ لاہوری قدس سرہ کا پادری عماد الدین سے امرتسر میں مناظرہ ہوا تو مولانا فقیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی رد عیسائیت کا شوق پیدا ہوا، چنانچہ حافظ صاحب مرحوم سے استفادہ کر کے اس فن میں مہارت حاصل کی۔ مولانا فقیر محمد نے عیسائیت اور عقائد باطلہ کے رد میں معتد بہ کام کیا اور تمام عمر علم و ادب اور مذہب کی خدمت میں صرف کر دی۔ ۱۱ر محرم ۱۲۹۱ھ سے ۱۳۰۱ھ تک اخبار آفتاب پنجاب کے ایڈیٹر رہے۔ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ سے جہلم میں اپنے لخت جگر محمد سراج الدین کے نام پر مطبع سراج المطابع قائم کیا اور اخبار سراج الاخبار جاری کیا، اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنہ مرزائیت کی تردید کے لئے بڑا کام کیا۔

۵۰۹
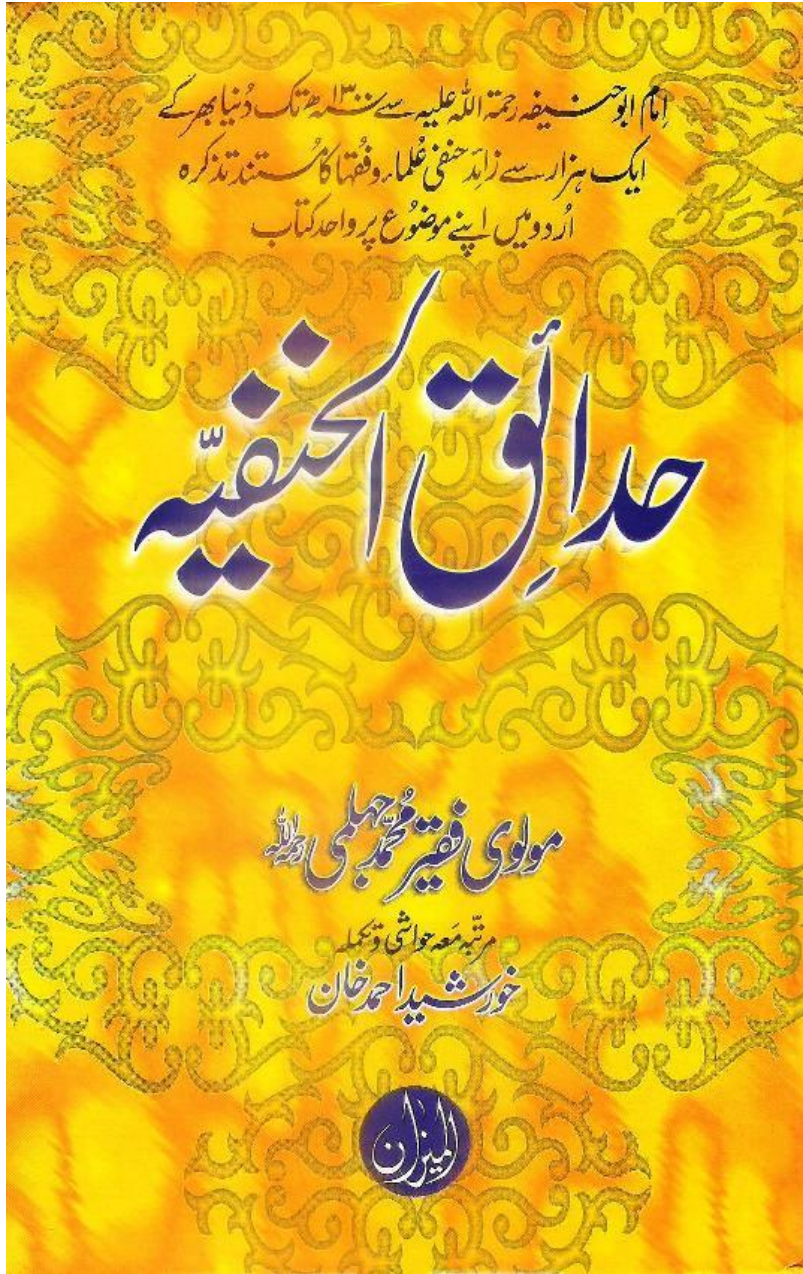
مولوی محمد قاسم نانوتوی

مولوی محمد قاسم بن اسد علی بن غلام شاہ بن محمد بخش بن علاء الدین بن محمد فتح بن محمد مفتی بن عبد السمیع بن مولوی ہاشم نانوتوی : ۱۲۴۸ھ میں پیدا ہوئے، نام تاریخی آپ کا خورشید حسین ہے، علامۂ عصر، فہامۂ دہر، فاضل متبحر، مناظر، مباحث، احسن التقریر، ذہین، معقولات کے گویا پتلے تھے۔ آپ لڑکپن ہی سے ذہین، وطباع، بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ، جفاکش، جری تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے ہمیشہ اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کر لیا۔ خط اس وقت بھی سب لڑکوں سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا، اپنے کھیل اور بعض قصے نظم فرماتے اور لکھ لیتے تھے، چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کئے، عربی آپ کو شیخ نہال احمد نے شروع کرائی، پھر آپ سہارنپور میں اپنے نانا کے پاس چلے گئے اور وہاں محمد نواز سے کچھ فارسی اور عربی کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۶۰ھ میں مولوی مملوک العلی کے پاس دہلی میں جا کر تحصیل علوم میں مشغول ہوئے اور حدیث کو شاہ عبد الغنی محدث سے پڑھا۔ جب تحصیل

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قبلہ عالم مجدد دین و ملت

واقف رموز معرفت حضرت علامہ سیدنا

پیر سید مہر علی شاہ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ
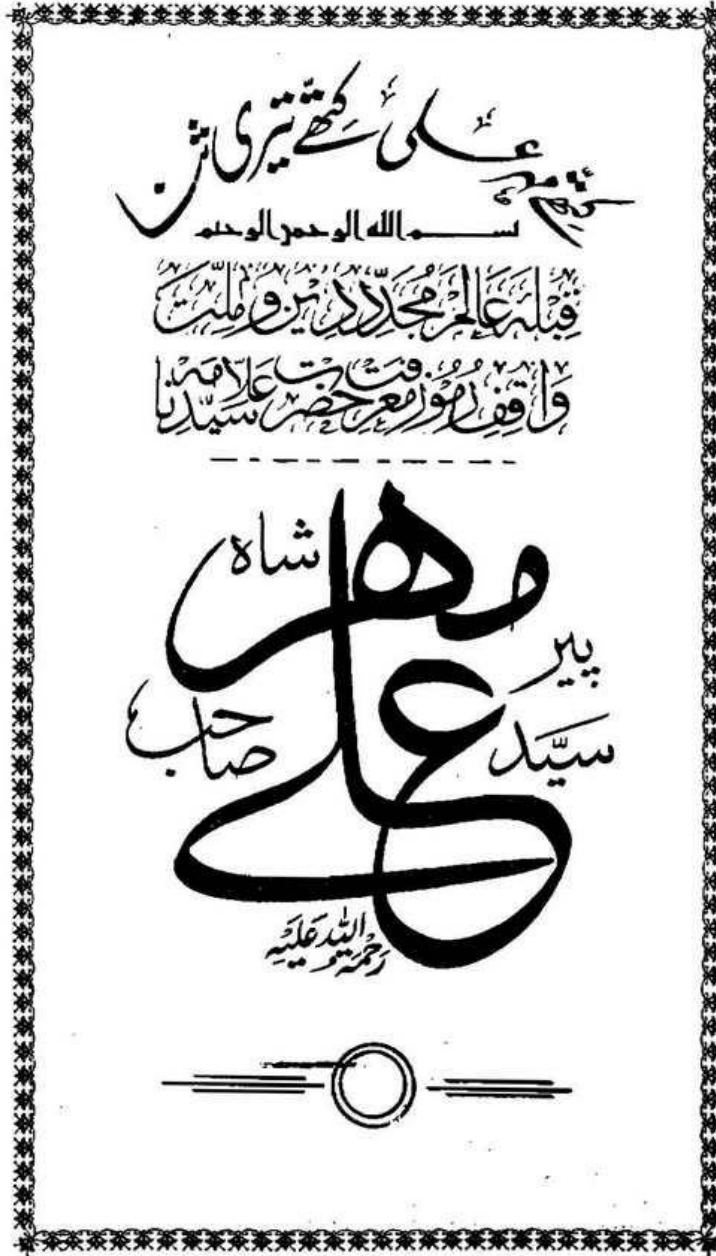
نام کتاب	تذکرۂ تاجدارِ گولڑہ
تالیف	محمد شباب القادری
ناشر	محمد مشتاق احمد
مطبع	اسلم عصمت پرنٹنگ پریس
قیمت	60 روپے

ناشر

مشتاق بک کارنر الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

نے سرکار کی خواہش و اصرار کے باوجود گواہی دینے سے انکار کر دیا اور عل شاہ سے کہا، آپ اسے قید کرانا چاہتے ہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے پہلی بیعت پیر صاحب قبلہ ہی کے دست مبارک پر کی۔ اور اپنے لیے سحر بیانی کی خواہش واستدعا کی۔ پیر صاحب قبلہ نے آپ کو ایک ورد بتایا، جو آپ ہر تقریر سے پہلے زیر لب پڑھتے۔ پھر تقریر شروع کرتے اور مجمع ان کی مٹھی میں ہوتا۔

علامہ اقبال نے قادیانی مسئلہ پر علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ کے علاوہ حضرت پیر صاحب قدس سرہ کو بعض مسائل سے آشنائی کے لیے خطوط لکھے۔ قادیانی میرزا صاحب کی نبوت کے لیے جن صلحاء اُمت کے ملفوظات کا سہارا لیتے ان میں محی الدین ابن عربی سرِفہرست تھے۔ ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ: ایک مسلمان ولی کے لیے بھی روحانی ارتقار کے دوران میں ایسے تجربات ممکن ہیں جنہیں صرف شعورِ نبوت سے مختص مانا جاتا ہے۔ لیکن "فتوحات مکیہ" میں کئی مقامات پر شیخ محی الدین ابن عربی نے تصریح فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص پر نبی یا رسول کا اطلاق ممکن ہی نہیں ملاحظہ ہو یوسف چشتیائی صفحہ ۲۲۹۔ لیکن مرزا صاحب تحریف کے عادی تھے جس کی تحریف سے قرآن و حدیث نہ بچ سکے۔ اس کے سامنے فتوحات مکیہ کیا چیز تھی۔ پیر صاحب ابن عربی کے فلسفہ پر کامل نگاہ رکھتے اور اس سلسلہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے۔ علامہ اقبال نے قادیانیوں کی تذکرہ اُپج کے بارے میں آپ سے استفادہ کے بعد اپنے بیان میں اس کی کاٹ کی۔ غرض پیر صاحب نے وصال فرمایا تو اس وقت تک مسلمانوں نے قادیانیوں کو عملاً الگ کر دیا تھا اور مختلف محاذوں پر تحریک ختم نبوت کے سرخیل مولانا ظفر علیخاں، سید عطاء اللہ

شاہ بخاری اور علامہ اقبال تھے۔ ہر سہ کو حضرت پیر مہر علیشاہ صاحب سے بالواسطہ و بلاواسطہ فیض پہنچا تھا۔ حضرت پیر صاحب نے میرزا غلام احمد کو پچھاڑا۔ ان ہر سہ اکابر نے اس کے بیٹے میرزا بشیر الدین کو اس طرح پٹخا کہ قادیانی اُمت مذہباً جاں بلب ہو گئی۔

سیدنا مہر علیشاہ قدس سرہٗ العزیز کے بعد آپ کے فرزند سید غلام محی الدین شاہ جانشین ہوئے۔ آپ نے تعلیم و تربیت کے علاوہ اپنے یگانۂ عصر والد قدس سرہٗ کی نگاہ سے فیض حاصل کیا اور ایقان و عرفان کی متصوفانہ منزلیں طے کی تھیں۔ آپ کو اعلیٰ حضرت نے بابو جی کہہ کر مخاطب کیا تو خانوادۂ طریقت میں اسی لقب سے معروف ہو گئے۔ راقم کو آپ سے سولہ برس نیاز رہا۔ آپ نے ۱۹۵۹ء میں حرمین شریفین سے واپسی پر راقم کے غریب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز کیا۔ اس دن سے آپ کے وصال جون ۱۹۷۴ء تک راقم کو آپ سے قربت کا شرف حاصل رہا۔ ہر چیز قربت سے کشش کھو دیتی ہے۔ لیکن آپ کا وجود فی الواقع معرفتِ حق کا خزینہ تھا۔ آپ سے قرب ارادت پیدا کرتا اور محسوس ہوتا کہ اللہ کی زمین پر معجزۂ الٰہی ہیں۔ آپ بلاشبہ ایک ولی اللہ اور جود و سخا کے انسان تھے۔ آپ کے وجود میں وہ تمام اوصاف متجلی نظر آتے جو قرنِ اولیٰ میں صحبت یافتگان رسالت کی خصوصیت تھے۔ آپ علائق دنیا سے اس حد تک بے نیاز تھے کہ آپ کو معلوم ہی نہ تھا، دنیا کیا ہے اور اس کے شب و روز کیا ہیں؟

فیلڈ مارشل ایوب خان نے اقتدار سنبھالا اور دارالحکومت راولپنڈی سے گئے تو آپ سے رابطہ پیدا کرنا چاہا۔ اپنا سیکرٹری بھیج کر آپ کو یاد کیا۔ راقم بھی وہیں تھا۔ صدر ایوب کی سے سیکرٹری نے اخلاص کا اظہار کیا اور پیغام دیا کہ صدر آپ سے ملنے کے متمنی ہیں اور مجھے اسی غرض سے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ تفصیلات

ان دنوں بابو جی قدس سرہٗ نے راقم کے بچوں کو اپنی شفقتوں میں شریک کیا۔ راقم کی اہلیہ نے آپ سے عرض کیا۔ حضور رحمۃ للعالمینؐ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم شریکِ حال ہے۔ کوئی تردد نہیں نہ کسی چیز کی احتیاج ہے۔ صرف اپنی دعاؤں میں شریک کر لیں۔ ہماری واحد ضرورت یہی ہے"۔ فرمایا۔ "مجھے تو آنحضرتؐ کا حکم ہے۔ میں ان کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بفضل تعالیٰ شورش ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ اعلیٰ حضرتؒ کی اس پر نگاہ ہے:

بابو جی نے ۱۹۴۸ء سے لے کر اپنے وصال ۱۹۷۴ء تک ہمارے متوبانہ اعراض و انکار کے باوجود اپنا تلطف جاری رکھا۔ فرماتے "شورش ختم نبوت کا سپاہی ہے اور ہم اس کے دعا گو ہیں"۔

راقم نے حکومت کی دھاندلی سے تنگ آکر کراچی کے ایام نظربندی میں ۴۴ روز بھوک ہڑتال کی۔ اس دوران میں حالت خستہ سے خستہ ہوتی گئی۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ صبح و شام کا معاملہ ہو گیا۔ کسی وقت بھی منادی آجانے کا احتمال تھا۔ ایوب خاں اور موسیٰ خاں راقم کو موت کی نیند سلا دینا چاہتے تھے۔ پینتالیسویں روز حالت تشویشناک ہو گئی۔ مولانا تاج محمود مدیر "لولاک" نے اکابر کو اطلاع دی۔ ملک کے طول و عرض سے راقم کے نام تاروں کا تانتا بندھ گیا "بھوک ہڑتال چھوڑ دو"۔ اس روز دس بجے شب کے لگ بھگ حافظ عزیز الرحمٰن تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں لاہور سے مختلف رہنماؤں کا پیغام آیا اور دین پور شریف سے حضرت مولانا عبدالہادی نے تار دیا ہے۔ ایک اور تار حضرت عبداللہ درخواستی کا ہے کہ بھوک ہڑتال چھوڑ دو۔ تمہاری زندگی ضروری ہے۔ راقم نے حافظ جی کو ٹال دیا کہ صبح سوچیں گے۔ وہ چلے گئے۔ راقم تین بجے سو گیا۔ اذان کے وقت خواب دیکھا کہ جنت الفردوس کی ایک روش پر، سیدنا مہر علیشاہ قدس سرہٗ العزیز، علامہ انور شاہ

نور اللہ مرقدہٗ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کھڑے ہیں۔ راقم کے شانہ کو ان کے مقدس ہاتھ نے تھپکی دیتے ہوئے کہا:

"شورش گھبراؤ نہیں۔ آخری فتح تمہاری ہے"

جب دن چڑھے راقم کو جگایا گیا تو پائنتی کی طرف پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد، کمشنر کراچی اور سپرنٹنڈنٹ جیل کھڑے تھے۔ تینوں آپس میں کانا پھوسی کر کے چلے گئے۔ راقم ایک جاں بلب مریض کی طرح تھا۔ ایکا ایکی دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پروفیسر ڈاکٹر افتخار احمد گورنر موسیٰ سے مل کر لوٹے جھنجوڑ کے جگایا۔ کہنے لگے... "مبارک ہو، آپ کو حکومت نے رہا کر دیا۔ پولیس چلی گئی۔ اب آپ آزاد ہیں"۔ اس کے بعد انہوں نے انجکشن لگانا شروع کئے اور رات کے آغاز تک انجکشن دیتے رہے۔

اس کے بعد راقم نے ۱۹۶۸ء سے سانحہ ربوہ تک تن تنہا قادیانی امت کا سیاسی محاسبہ جاری رکھا۔ بابو جی قدس سرہٗ نے راقم کو صبح شام کی دعاؤں میں شریک کر لیا۔ آپؒ کے روحانی تصرفات کا فیضان تھا کہ راقم کا قلب مضبوط ہوتا گیا۔ پھر جب جون ۱۹۷۴ء سے تحریک کا فیصلہ کن دور شروع ہوا، تو حضرت بابو جی نور اللہ مرقدہٗ مرض الموت کے نرغہ میں تھے۔ لیکن آپ کے معمول میں کوئی فرق نہ تھا۔ آپؒ کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ راقم نے وصال سے چند دن پہلے نیاز حاصل کیا، تو فرمایا۔

"جدوجہد کیے جاؤ۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔ پھر خاموش ہو گئے۔ چہرہ مبارک دمک رہا تھا۔ فرمایا ——— "آپ سلطے ہو کے رہے گا۔ نصرت آ چکی ہے۔ میں اعلیٰ حضرتؒ کے پاس جا رہا ہوں۔ ان سے عرض کروں گا۔ آپ نے جس پودے کی آبیاری کی تھی، وہ پھل لے آیا ہے"۔

●

مقابلہ کا اعادہ کرتے ہوئے آئیں بائیں شائیں کی۔ ایک دوسرے اعلان میں کہا کہ وہ تفسیر فاتحہ لکھ رہے ہیں۔ پیر صاحب بھی تفسیر فاتحہ لکھیں۔ اس کے بعد اگر اہل علم قسم کھا کر اعلان کریں کہ پیر صاحب کی تفسیر میری تفسیر سے بہتر ہے، تو میں اپنی طرف سے پانچسو روپیہ بطور انعام پیش کروں گا۔ مرزا صاحب خلقۃً اس قمار بازی کے دعادی تھے۔ اس اعلان کے ۷۰ دن بعد مرزا صاحب نے "اعجاز المسیح" کے نام سے سورۃ فاتحہ پر اپنی تفسیر شائع کی تمام علماء و فضلاء اور عربی زبان کے اساتذہ اس پورج نگاری پر حیران رہ گئے۔ مرزا صاحب کی تفسیر نہ صرف محاورۂ عربی سے محروم، لغوی اور نحوی اغلاط سے مملو اور مسروقہ عبارات سے پُر تھی، بلکہ خود غلط املا غلط، انشا ر غلط کا پلندہ تھا مرزا صاحب کے اس سے دو احمد مُراد ہیں۔ احمد اوّل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور احمد دوم مرزا غلام احمد قادیانی ہیں مرزا صاحب کے مُرید محمد احسن امروہوی نے "شمس الہدایت" کے جواب میں "شمس بازغہ" لکھی۔ حضرت قبلہ عالم نے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے ردّ میں سیف چشتیائی لکھی، جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کتاب کا پورا خط تو حضرات علماء و فضلاء ہی اٹھا سکتے ہیں، لیکن اردو دان حضرات بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ کتاب کا حجم ۴۰۰ صفحات ہے۔ مولانا فضل حق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور نے اس کتاب کے متعلق کہا تھا کہ یوں تو حضرت کے بہت سے کمالات بیان ہوتے ہیں، لیکن میں تو اس دماغ کا شیدائی ہوں، جس سے سیف چشتیائی ظہور میں آئی ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں سیف چشتیائی سے متعلق لکھا ہے کہ حیات و موت عیسوی کی بحث سیف چشتیائی قابل مطالعہ ہے۔ علامہ انور کاشمیری علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰ علیہ السلام کے دیباچہ میں سیف چشتیائی کو مسئلہ حیات مسیح پر ایک بہترین تحریر قرار دیا

پیر کرم شاہ صاحب کا خط

نحمدہ و نصلی علیٰ صفوۃ الخلق حبیب الا لہ ، خاتم النبین و علیٰ الہ و صحبہ و اصفیاء امتہ و علماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین

حضرۃ قاسم العلومؒ کی تصنیف مسمیٰ نہ تحذیر الناس کو متعدد بات غور و تامل سے پڑھا اور ہر بار نیا لطف و سرور حاصل ہوا علماء حق کے نزدیک حقیقت محمدیہ علی صحاجہا الف الف صلاۃ وسلام متشابہات سے ہے اور اس کی صحیح معرفت انسانی حیطہ امکان سے خارج ہے لیکن جہاں تک فکر انسانی کا تعلق ہے حضرت مولانا نانوتوی قدس سرہ کی یہ نادر تحقیق کیء چشموں کیلیے سرمہ بصیرۃ کا کام دے سکتی ہے، رہے فریفتگان حسن مصطفوی تو ان کے بے قرار دلوں اور بے تاب نگاہوں کی وارفتگیوں میں اضافہ کا بڑا سامان اس تحذیر الناس میں موجود ہے۔ آپ نے اپنے عملی و دقیق اور محققانہ انداز میں یہ واضح کرنے کی سعی فرمای ہے کہ ہر قسم کا کمال علمی، حسی ہو یا معنوی، ظاہری ہو یا باطنی حضورﷺ کا زاتی کمال ہے اور جہاں کہیں کم و بیش اس کی جلوہ نمای ہے وہ اثر نظر فیض حبیب کبریا ہے۔ علیہ اجمل التحیۃ و اطیب الثناء۔

اسی طرح صفت نبوت و رسالت سے نبی رحمتﷺ متصف بالذات ہیں اور حضورﷺ کے علاوہ جسکو یہ شرف بخشا گیا ہے اس کے لیےء حضورﷺ کی ذات ستودہ صفات واسطہ فی العروض ہے۔ اسی طرح تمام وہ علوم جو مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کرام اور رسل عظام کو دیے گےء نبی کریم ﷺ کا قلب میزان سب علوم الاولین و الأخرین کا جامع اور امین ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم روح محمدیﷺ کی مربی ہے۔ اسی ظابطہ اور مسلم قاعدہ کی روشنی میں مولانا خاتم النبین کی صفت کی تخلیق فرماتے ہوے رقمطراز ہیں کہ ختم نبوت کو دو مفہوم ہیں ایک وہ ہے جہاں تک عوام کی عقل و خرد کی رسای ہے اور دوسرا وہ ہے جسے خواص ہی خداد نور فراست سے سمجھ سکتے ہیں۔ عوام کے نزدیک تو ختم نبوۃ کا اتنا مفہوم ہے کہ حضور پر نور ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد اور کوی نبی نہیں آسکتا اور بے شک یہ درست ہے اس میں کسی کو کلام نہیں اور نہ کسی کو مجال شک ہے اور اس میں شک کرنے والا داءرہ اسلام سے اسی طرح خارج ہے جس طرح دوسری ضروریات دین سے انکار کرنے والا لیکن اسکے علاوہ ختم نبوۃ کا دوسرا مفہوم بھی ہے اور یہ ہے کہ جس طرح موصوف بالعرض کی علت انصاف کا تجسس کیا جاے تو تلاش و جستجو انسان کو اس موصوف تک لے جاتی ہے جو اس صفت سے موصوف بالذات ہو اور اس تک پہنچنے کے بعد تلاش و تجسس کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ غور فرماءیے، عالم کی تمام اشیاء صفت و جود سے متصف ہیں لیکن صفت وجود ان میں بالذات نہیں پای جاتی بلکہ بالعرض پای جاتی ہے۔ اب صفت وجود سے متصف ہونے کی تلاش شروع کریں گے تو یہ سلسلہ ذات باری تعالیٰ تک پہنچے گا جو بالذات صفت وجود سے متصف ہے اور یہاں پہنچ کر یہ سلسلہ ختم ہو جاے گا ورنہ ماننا پڑے گا کہ ذات خداوندی صفت وجود سے بالذات متصف نہیں، جو صراحتہً باغیانہ حرکت ہے اس لیے جیسے وصف وجود کا سلسلہ موجود بالذات پر آکر ختم ہو گیا اسی طرح ہر معروض بالعرض کا سلسلہ موصوف بالذات پر اختتام پزیر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تمام انبیاء جو صفت نبوت سے بالعرض موصوف ہیں کہ وجہ اتصاف بصفۃ النبوۃ کا سراغ لگایا جاے تو فہم رسا اس زات قدسی صفات (زات پاک آل والا صفات مراد ہے) تک پہنچ کر رک جاتی ہے جسے حریم کبریا سے رحمتہ اللعلمین کی خلعت مرحمت ہوتی ہے اور جس کے سر مبارک پر ختم النبین کا نورانی تاج نور افشاں ہے، گویا عوام کی قاصر نگاہیں صرف انجام کار حضور کی خاتمیت کو سمجھ سکیں۔ لیکن مقبولان بارگاہ صمدیت کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حضور مبداً مآلا دونوں طرح سلسلہ نبوت کے خاتم ہیں۔

اللھم صلی علی سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین و علیٰ اٰلہ و صاحبحہ واٰتباعہ وبارک وسلم الی یوم الدین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

خزینہ معرفت

المسمّٰی

تذکرہ عاشقِ ربانی شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ

ہر زبردست اسکی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

سوانح حیات پاکیزہ حالات قدوۃ الواصلین شمس العاشقین عارف اکمل عالم باعمل
مجسمہ ہدایت چشمۂ ولایت غوث ربانی جنید زمانی شیر ربانی محی الملت والدین حضرت مولانا مولوی
قبلہ و کعبہ میاں شیر محمد صاحب نقشبندی مجددی شرقپوری اعلی اللہ مقامہ قدس سرہ العزیز

مؤلفہ

عالم ربانی واقف حقیقت ماہر طریقت یار غار حضرت مولانا و مرشدنا قبلہ میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت مولانا صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نقشبندی مد ظلہ العالی سلمہ اللہ تعالی

ملنے کا پتہ

مکتبہ سلطانِ عالمگیر اردو بازار لاہور

۱۰

Sh. Mohd Ishaque Mohd Yaqoob
Chhatta Bazar - KASUR - Distt. Lahore.

شیخ محمد اسحاق محمد یعقوب
لیدر بیلٹنگ اینڈ واشرز مرچنٹس چھتہ بازار۔قصور۔ضلع لاہور

Ref No. ____________ Date 3-11-66

کتاب خزینہ معرفت ہمارے دادا بزرگوار صوفی محمد ابراہیم صاحب مرحوم قصوری کی تصنیف ہے
ان کا مسلک دیوبندی حضرات سے مختلف نہیں تھا۔ ان کی کتاب خزینہ معرفت
میں انہوں نے صفحہ نمبر 84 پر تحریر فرمایا ہے۔ کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ
سید انور علی شاہ صاحب مرحوم کو گھر پر رخصت کر کے واپس مکان میں تشریف
لائے تو فرمایا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں۔ ان میں سے ایک سید
انور علی شاہ صاحب ہیں۔ بعد میں میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے ہم سے خزینہ
معرفت کی اشاعت کی اجازت طلب کی۔ ہم نے اس وقت خاص طور پر ان واقعات
پر جانے سے ہی کہا تھا۔ پھر بھی اسی طرح ترمیم اس کتاب میں وہ بدل نہ لیا جائے میرے ساتھ
وعدہ کرنے کے بعد لے لیا بعد میں انہوں نے اپنی اشاعت میں جو دیوبند میں چار نوری وجود
والی روایت اور اسی طرح کی روایت اور بھی نکال دی۔ جب ہمیں معلوم ہوا
ہم نے پیغام بھیجا یہ روایت کیوں نکال دی گئی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے
تو نکالا نہیں ہے کتابت والوں کی غلطی سے نکل گیا ہے۔ صوفی صاحب ہمارے دادا حضور
کے تعلقات حضرت میاں صاحب مرحوم کے ساتھ وہ کسی جاننے والوں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔
انکے ساتھ خاص طور روح اور جسم کے تعلقات تھے فقط محمد اسحاق قصوری 66-11-3

نے فرمایا، ہم صوفی نہیں ہیں۔ صوفی وہ ہوتا ہے جس نے اپنی نسبت شمس سے درست کی ہو یعنی آفتاب کی طرح اس کی شفقت عام ہو۔ اپنے عزیز اور آشنا دونوں پر یکساں ہو۔" بندہ کہتا ہے بالکل درست فرمایا۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے۔ عام لوگ جس کی وردی اچھی دیکھتے ہیں۔ اسکو مرشد یا صوفی کہنے لگتے ہیں۔ حالانکہ انہیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ صوفی کسے کہتے ہیں۔ "العارف باللہ حضرت حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں جو تعریف صوفی کی لکھی ہوئی ہے۔ وہ درج کرتا ہوں۔ آپ نے رات دن میں چار صد سے چھ صد تک رکعت پڑھنا اپنے اوپر فرض کر لی تھیں۔

ایک دفعہ سفر حجاز میں آپ کے ہمراہ چار ہزار آدمی تھے۔ جب خانہ کعبہ میں پہنچے، تب برہنہ سر اور ننگے بدن ایک سال دھوپ میں کھڑے رہے جس سے ہڈیوں سے گودا (مغز) پگھل پگھل کر پتھروں پر گرتا تھا اور کھال پھٹی جاتی تھی۔ اور آپ وہاں سے حرکت بھی نہ کرتے تھے۔ ہر روز لوگ ایک پانی کا کٹورا اور ایک روٹی کی ٹکیہ آپ کو دیتے۔ آپ اس روٹی کے کنارے کھا لیتے اور باقی روٹی کو کوزہ میں رکھ دیتے اور فرماتے معرفت اس کا نام ہے کہ تمام موجودات کو مقام فنائیت میں دیکھے۔

اور صوفی وہ ہے کہ حق کے اشارے سے کام کرے۔ اور خود درمیان سے محو ہو جائے۔ اور فقیر وہ ہے کہ ماسوی اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ جب حضرت منصور بن حلاج علیہ الرحمۃ کو طرح طرح کی ایذائیں دینے کے بعد سولی پر لے گئے۔ تب حضرت شبلی علیہ الرحمۃ نے کہا، اے منصور تصوف کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا، کہ ادنیٰ درجہ تصوف کا یہ ہے۔ کہ جو تو میرا حال دیکھ رہا ہے۔ پھر انہوں نے سوال کیا، بلند ترین درجہ کونسا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تجھے وہاں تک رسائی نہیں ہے۔

دیوبند میں چار نوری وجود

مولانا مولوی انور علیشاہ صاحب صدر مدرسہ دیوبند ہمراہ مولوی احمد علی صاحب جابر لاہوری شرقپور شریف حاضر ہوئے۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی زیارت سے ملے۔ آپ ان سے کچھ باتیں کرتے رہے۔ اور شاہ صاحب خاموش رہے۔ پھر آپ نے مولانا انور شاہ صاحب کو بڑی عزت سے رخصت کیا۔ موٹر کے اڈے تک حضرت میاں صاحب ان کو سوار کرانے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔ شاہ صاحب نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو کہا، آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور رخصت کر کے واپس مکان پر تشریف لے آئے بعد ازاں آپ نے بندہ نے فرمایا۔ شاہ صاحب بڑے عالم ہیں کو پھر بڑے جیسے خاکسار سے فرما رہے تھے۔ کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا، کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں ان میں سے ایک شاہ صاحب ہیں۔

۵۸

تلامذہ کے اختلاف پر یوں برہمی کا اظہار کیا ہو یا ان پر جہل و خیانت کا الزام لگایا ہو۔ جب سے اپنے آپ کو عالم اور علامہ کہلانے والوں میں یہ تنگ نظری اور زود رنجی پیدا ہو گئی ہے اس وقت سے ہی امت میں علمی، فکری اور تحقیقی انحطاط و زوال کا آغاز ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے سلف صالحین کے نقوشِ پا پر چلنے کی حق کے لئے اختلاف کرنے کی اور فراخدلی و حوصلہ مندی سے اختلاف برداشت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

اگرچہ تحذیر الناس میں متعدد ایسی عبارتیں ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے بارے میں اپنے قاری کو تذبذب میں مبتلا کر دیتی ہیں اور جن سے منکرین ختم نبوت نے بجا بے جا فائدہ اٹھایا ہے اور بہت سے لوگوں کو نعمت ایمان سے محروم کر دیا ہے لیکن مندرجہ ذیل اقتباسات پڑھنے کے بعد یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلاشبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے اور اس کے دلائل کو قطعی اور متواتر سمجھتے تھے انہوں نے اس بات کو صراحتہ سے ذکر کیا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت زمانی کا منکر ہے وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے ص۴۷ کے

عکسی خط پیر محمد کرم شاہ صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
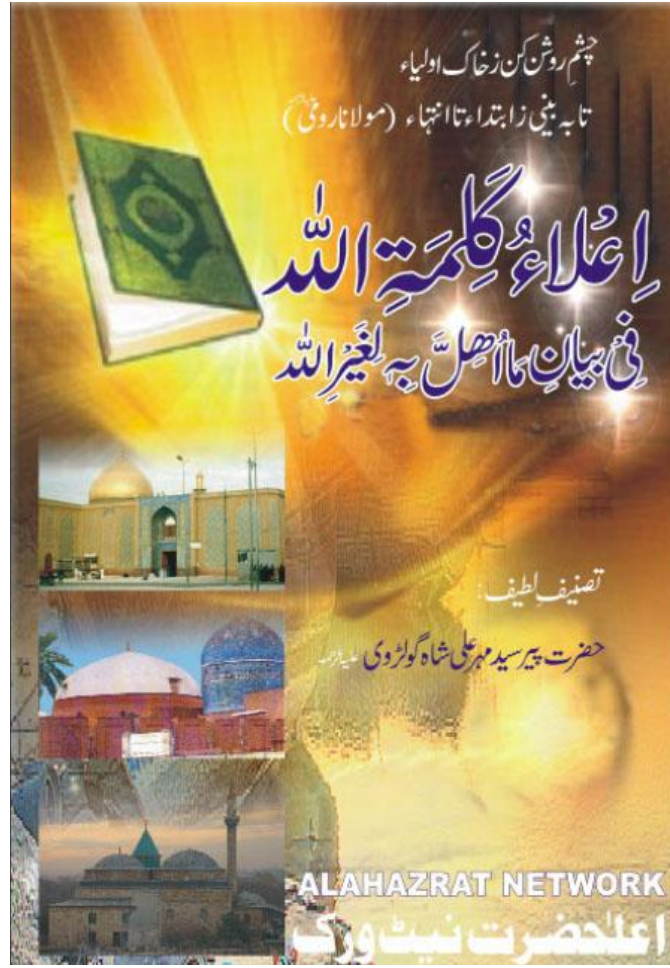
پیش لفظ

زیر نظر کتاب کے مصنف قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات کسی تعارف کی محتاج نہیں ۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

بلاریب آں جناب بطور شریف کی اس حدیث کے کامل مصداق ہیں جس میں حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب اور پسند فرما لیتے ہیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو کہا کرتے ہیں کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تو بھی اُسے دوست رکھ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں۔ اور پھر آسمان میں ندا فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو دوست رکھتے ہیں تم بھی اسے دوست رکھو چنانچہ آسمان والے بھی اُس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کی مقبولیت زمین میں مقرر کر دی جاتی ہے۔ بالفاظ دیگر جب وہ کامل انسان کامل اتباع غلامی کی وجہ سے یحببکم اللہ کے مقام پر فائز ہو کر خالق کائنات کا محبوب ہو جاتا ہے تو تمام کائنات میں اس کی محبت کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد دلیل بین شاہد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (الآیۃ) (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ ان کے لیے مخلوقات میں محبت پیدا فرما دے گا) اس لیے جہاں آپ بریلوی مکتب فکر کے علماء کرام میں ایک عارف محقق اور عالم متبحر تسلیم کیے گئے ہیں، وہاں دیوبندی طبقہ کے اکابر علماء بھی آں جناب کے علم و عرفان کے ثناخواں نظر آتے ہیں۔ اور ان دونوں اسلامی فرقوں کے علاوہ دیگر اسلامی اور غیر اسلامی فرقوں میں بھی آپ ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے جنازہ میں تقریباً ہر مسلک کے مسلمان کے ساتھ بعض غیر مسلم افراد کو بھی صفوں کے پیچھے روتے ہوئے یہ کہتے سنا گیا کہ آپ جگت پیر یعنی سارے جہان کے پیر ہیں۔ اور ایسی عالمگیر مقبولیت کی حامل ہستیاں دنیا میں بہت کم ہوا کرتی ہیں ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

گو آں جناب کے سوانح و حالات کا کماحقہ منظر عام پر لانا ایک مشکل کام ہے۔ تاہم اس ناچیز کی مرتب کردہ آنجناب کی سوانح حیات "مہر منیر" کے پڑھنے سے کچھ نقاب کشائی ہوتی ہے۔

آنجناب کے فیوض و برکات کے دریائے بے کراں سے ایک عالم مستفیض ہوا۔ اور علم و عرفان کی ہزاروں پیاسی روحوں نے [illegible] ہوکر اپنی پیاس بجھائی جن کے سینہ ہائے بے کینہ سے پھر ایک خلق خدا نے استفادہ کیا نیز تصنیفات، مکتوبات و فتاویٰ کا ایک بیش بہا ذخیرہ آپ نے چھوڑا جو رہتی دنیا تک متلاشیان حق کے لیے خضر راہ کا کام دے گا چنانچہ زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور اس کی ضرورت خود آنجناب کے اپنے الفاظ میں خطبہ سے ظاہر ہے جس کی اہمیت اور افادیت ہر ذی بصیرت پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کتاب ہذا میں جو ایک مقدمہ، تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے ارشاد الٰہی وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ کے ساتھ اس کے متعلقہ سوالات و جوابات نذر و نیاز کا معنی اور اقسام، سماع موتی، غیب پر اطلاع، توسل اور ذبح فوق العقدہ، لزوم و التزام کفر کے درمیان فرق، کسی کلمہ گو کی تکفیر وغیرہ جیسے اہم مسائل کو

ب

نہایت ہی محققانہ اور منصفانہ انداز میں بیان فرما کر مسلمانوں کے مابین اختلاف اور تشدد کو کافی حد تک ختم کرنے میں آنجناب نے ایک بہترین اسلامی خدمت سرانجام دی ہے جزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین۔ کتاب کی اہمیت اس امر سے اور زیادہ بڑھ جاتی ہے کہ خاندان ولی اللٰہی کے عظیم چشم و چراغ حضرت خاتم المحدثین جناب شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ایک معاصر عالم مولوی عبدالحکیم صاحب پنجابی اور اُن کے متبعین کے درمیان مدت سے مَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللهِ کی تفسیر میں جو اختلاف چلا آرہا تھا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ افراط و تفریط میں مبتلا ہو کر تفرقہ کا شکار ہو رہے تھے۔ کتاب ہذا میں آنجناب نے اختلاف مذکور پر محاکمہ فرما کر اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو کافی حد تک روک دیا۔ یہ بھی آپ کی خصوصیات سے ہے کہ جہاں آپ کسی بھی شخصیت کی دینی خدمات اور علمی کمالات کے معترف اور مداح ہیں وہاں اگر اس سے جمہور کے مسلک کے خلاف کوئی بات نظر آئی تو نہایت ہی مودبانہ طور پر اس کی تردید کے ساتھ مسلک حق کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ منصف کے لیے چون و چرا کی گنجائش باقی نہ چھوڑی جیسا کہ کتاب ہذا اور آپ کی معرکۃ الآرا تصنیف تحقیق الحق اور تصفیہ مابین سنی و شیعہ سے بطور نمونہ واضح ہوتا ہے جیسا کہ حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوت جیسے اہم اصولی مسائل کے متعلق آپ کی کتاب سیف چشتیائی شہرہ آفاق بن چکی ہے۔ فروعی مسائل میں عموماً آپ نے اس وقت قلم اٹھایا جہاں فریقین میں افراط و تفریط کی وجہ سے اصولی اختلاف کی نوبت پیدا ہو گئی یعنی ایک فروعی اجتہادی مسئلہ کی بنا پر ایک فریق نے دوسرے کی تکفیر و تفسیق شروع کر دی ایسی صورت میں آپ جیسے حکیم الامت کا سکوت ممکن نہ تھا جیسا کہ آپ کے فتاویٰ، مکتوبات اور ملفوظات سے واضح ہے۔ چونکہ کتاب ہذا عربی فارسی عبارتوں کے علاوہ بعض مشکل مضامین پر مشتمل ہے اس لیے راقم الحروف نے آسانی کے لیے سابقہ ایڈیشن کی طرح موجودہ ایڈیشن میں اردو ترجمہ کے ساتھ بعض وضاحتی نوٹ بھی دے دیے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راقم الحروف اور حضرت کے نیازمندان محمد حیات خان و محمد فاضل خان جنہوں نے اس طبع میں خاص تعاون کیا اور سب قارئین کرام کو دین اسلام پر زندہ رکھے اور ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت فرمائے۔ آمین!

نیازمند ۔ فیض احمد فیض عفی عنہ
جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف

ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ
مطابق ستمبر ۱۹۸۳ء